نظرات

دہلی کی راجدھانی اَب بدنظمی، شورش، ہنگاموں اور فسادات کا مستقل گہوارہ بن گئی ہے، گذشتہ آٹھ برسوں سے کوئی سال ایسا نہیں گذرا جبکہ ایک سے دو فرقہ وارانہ فساد یہاں برپا نہ ہوئے ہوں، اور پُرانے شہر کے ہندو مسلمانوں کو کئی کئی دن تک مسلسل کرفیو، جبری خانہ نشینی اور انسانوں کی لگائی ہوئی پابندیوں کی بدولت بھوک اور پیاس اور روشنی کی نایابی کی عقوبتوں سے نہ گذرنا پڑا ہو، پھر ایسا بھی نہیں کہ دہلی کی فضا میں کوئی ایسا زہر گھل گیا ہو، جو اس شہر کے صرف ہندو مسلم باشندوں کے ذہنوں اور دماغ کو اس حد تک ماؤف کردینے کا سبب بن رہا ہو کہ وہ وقفہ وقفہ سے پاگل پن کا شکار ہو کر فتنہ انگیزی پر مجبور ہو جاتے ہوں، کیونکہ اس شہر پر ۸۴ء میں ایک ایسی دیوانگی بھی طاری ہو چکی ہے، جس کے نتیجہ میں کئی ہزار سکھ انتہائی جدید اور پُرتعیش کالونیوں اور اُن بستیوں میں مارے گئے جو اُونچے طبقے کے مسکنوں کی حیثیت سے، ہر فتنہ فساد سے مامون اور محفوظ سمجھی جاتی تھیں۔

۸۰ء کے بعد کے ہندو مسلم فسادات اور ۸۴ء کے ہندو سکھ فسادات کے بعد، مرکزی حکومت اور دہلی انتظامیہ پر کھلے بندوں الزام لگایا جا رہا ہے کہ

خونریزی اور ہلاکت کے یہ لرزہ خیز واقعات ان ہی کی منشا اور اشارے کی بدولت پیش آئے ہیں اور حکمران جماعت کے بہت سے لوگ ان فسادات اور خونریزی کے واقعات میں باقاعدہ ملوث پائے گئے ہیں، لیکن حکومت اور دہلی انتظامیہ ان الزامات کی تردید کرتے رہے ہیں، اس کے علاوہ، ۱۹۸۴ء کے ہندو سکھ فساد کے بارے میں تحقیقاتی کمیشن نے بھی رپورٹ میں دہلی انتظامیہ اور حکومت، بلکہ حکمراں کانگریس (ا) کے لوگوں کو بھی خون ریزی لوٹ مار اور انسانیت سوز حرکتوں میں حصہ لینے کے الزامات سے بری کر دیا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات اور بے مثال خونریزی سے متعلق تحقیقاتی کمیٹی نے دہلی انتظامیہ مرکزی حکومت اور سیاستدانوں کو ہر الزام سے بری کر دیا بلکہ ۱۹۸۰ء کے مرادآباد کی عیدگاہ میں مسلمانوں پر پی، اے، سی کی اندھا دھند فائرنگ اور بے مثال وحشیانہ حرکتوں سے متعلق تحقیقاتی کمیٹی نے پی، اے، سی کو بھی ہر الزام سے بری قرار دیا اور فساد شروع کرنے کی ذمہ داری کلیتاً مسلمانوں پر ہی عائد کر دی تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ بدنظمی، قتل و غارت، فرقہ وارانہ تصادم اور آتش زنی اور ہلاکتوں کے رجحان میں اتنی شدت پیدا ہو چکی ہے کہ انتظامیہ، عدلیہ، مقننہ اور سیاسی جماعتی نظام میں سے کوئی شعبہ اس سے محفوظ اور غیر متاثر نہیں رہ سکا ہے اور یہ یقیناً ایک تشویش ناک بات ہے، اور نہ صرف حکومت اور سیاسی نظام کی ناکامی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ پورا جمہوری نظام ہی شدید خطروں اور اندیشوں سے دوچار نظر آتا ہے۔

فرقہ وارانہ منافرت اور اکثریت کی تنگ نظری اور بدنیتی کے ثبوت میں صرف اتنی ہی بات پیش نہیں کی جا سکتی کہ راجدھانی دہلی سمیت ملک کا کوئی خطہ اور کوئی کونا 'خوفناک' اور خونریز فسادات سے محفوظ نہیں رہا ہے، بلکہ فسادات کے بعد متاثرہ افراد اور

ہلاک شدگان کی ریلیف اور نقصانات کی تلافی کے لئے جن اقدامات کا اعلان حکومت ہند اور صاحب اقتدار و اختیار حکمرانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے، وہ انتظامیہ کی تنگ دلی، فرقہ پرستی اور ریشہ دوانیوں کی بدولت محض کاغذی اعلانات ہو کر رہ جاتے ہیں، اور ایک طویل مدت گذر جانے کے بعد بھی ان اقدامات پر عمل درآمد کی نوبت نہیں آپاتی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۱۹۸۴ء کے دہلی اور کانپور وغیرہ کے سکھ مخالف فسادات میں ہلاک شدہ سکھ خاندانوں کو معاوضہ اور برباد ملکیتوں کے نقصان کی ریلیف کے جو اعلانات کئے گئے تھے، وہ تین سال گذرنے کے بعد بھی، دفتری فائلوں میں بند ہیں، اور سکھوں کی طرف سے اجتماعی شکایتوں اور سیاسی اجتماعات میں باقاعدہ اجتماعی تجویز کی منظوری کے باوجود بھی ابھی تک، معاوضوں کی ادائیگی اور ریلیف کی فراہمی کا معاملہ جوں کا توں عمل درآمد کا محتاج پڑا ہوا ہے، یہی صورت، ان مقامات پر معاوضوں اور بحالیات کے اقدامات کی ہے جہاں، مسلمانوں کے خلاف خوفناک اور خونریز فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔

بچپن میں ہم نے انگریزوں اور ان کی منافرت کو پھیلانے والی حکمت عملی کے تحت ہندوستانی مورخین کی لکھی ہوئی جو تاریخیں پڑھی تھیں، اُن میں مسلم سلاطین اور اُن مغل بادشاہوں کے انتظامات سلطنت کی مذمت کے بارے میں جو انصاف، عدل اور انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے یگانۂ روزگار حکمرانوں میں شمار کئے جاتے ہیں، صرف اتنا ثبوت پیش کرکے، اُنھیں نا اہل اور نا قابل قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ ان کے زمانہ میں راجدھانی سے کچھ دور سڑکوں پر قافلے لُٹ جاتے تھے اور سفر اور عام نقل و حرکت محفوظ نہیں تھی۔ لیکن ہم اپنی آنکھ سے جو حالت دیکھ رہے ہیں کہ خود راجدھانی میں ایسے خونریز فسادات ہوتے ہیں جن کے دوران ہلاکتوں

کی تعداد درجنوں اور بعض اوقات ہزاروں تک پہونچ جاتی ہے، اور کوئی دن ایسا نہیں جاتا جبکہ کسی نہ کسی حصہ میں لوٹ مار، رہزنی، ڈکیتی اور قتل کے واقعات کی خبریں اخبارات میں نہ آتی ہوں، لیکن ہمارے حکمراں یہ دعوے کرنے میں کوئی شرم وندامت محسوس نہیں کرتے کہ ہندوستان بے مثال ترقی اور عروج کی منزلیں طے کر رہا ہے، اور اس کی طاقت اور بین الاقوامی وقار میں روزافزوں اضافہ کا سلسلہ اطمینان بخش انداز میں جاری ہے۔

ہم زیر نظر تحریر کو صرف راجدھانی دہلی کی بدنظمی اور شورش کے موضوع تک محدود رکھنا چاہتے ہیں، اس لئے ان واقعات پر اظہارِ خیال کو اگلی صحبت تک ملتوی رکھنا چاہتے ہیں، جو احمد آباد، بڑودہ اور میرٹھ وغیرہ میں ایک طویل عرصہ سے رونما ہو رہے ہیں اور جن کی بدولت گجرات اور مہاراشٹر کی وہ ریاستیں جو فرقہ وارانہ اتحاد اور ہم آہنگی میں مثالیں سمجھی جاتی تھیں، منافرت اور مذہبی تعصب اور کشیدگی کی بدولت اقلیتوں کے لئے جہنم کا نمونہ پیش کر رہی ہیں۔ اور جن کے بارے میں مرکزی حکومت کے داخلہ امور سے متعلق وزراء بوٹا سنگھ اور پی چدمبرم کھلے بندوں کہتے رہتے ہیں کہ ان ریاستوں میں فرقہ وارانہ صورت حال اس لئے بگڑی اور قابو سے باہر ہوئی کہ ان ریاستوں نے ان ہدایتوں اور تجاویز پر کوئی توجہ نہیں دی، جو مرکزی حکومت نے احتیاطی اور بروقت کارروائیوں کے سلسلہ میں جاری کی تھیں، لیکن وہ اس سوال کے جواب میں یہ کچھ کہتے پر تیار نہیں کہ وزارتِ داخلہ کے زیرِ انتظام علاقے دہلی میں فرقہ وارانہ صورت حال قابو سے باہر کس لئے ہے اور کیوں ایسا ہوتا ہے کہ وقفہ وقفہ سے فرقہ وارانہ فساد کی لپٹیں اٹھتی ہیں، اور اقلیتوں کے جان و مال کو جلا اور جھلسا کر ایسی

چنگاریوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں، جو اشتعال کی ذراسی پھونک سے دہا کتے شعلوں اور لپیٹوں کی صورت میں ابھر آتی ہیں -

---

پرانی دہلی کے علاقے حوض قاضی، لال کنواں، فراشخانہ اور جامع مسجد وہ علاقے ہیں، جہاں فرقہ وارانہ منافرت کی یہ چنگاریاں اس وقت بھی موجود رہتی ہیں جبکہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ کشیدگی اور منافرت کا دور ختم ہوگیا اور امن و آشتی اور سکون کا ماحول لوٹ آیا ـــــ دہلی انتظامیہ اور مرکزی حکومت کو جو دہلی انتظامیہ کی نگراں مشین کی ذمہ دار ہے، اچھی طرح معلوم ہے کہ تنازعات کہاں کہاں ہیں، اور کون لوگ ان تنازعات کو ختم کرنے کے بجائے انھیں بدستور باقی رکھنے اور انھیں بڑھاتے رہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن تنازعات کی خبر کو ختم کرنے کے بجائے دہلی انتظامیہ اور مرکزی حکومت فوری تدبیر کرکے، لپٹوں اور شعلوں کو وقتی طور پر ختم کر دینے تک ہی اپنی دلچسپی محدود رکھتی ہے، راکھ میں چھپی ہوئی چنگاریوں کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتی، نتیجہ یہ ہے کہ منافرت کی ہوا ذرا بھی تیز ہوتی ہے تو اوپر کی راکھ کو اڑا کرلے جاتی ہے، اور نیچے سے برآمد ہونے والی چنگاریاں اشتعال انگیزی اپنے جھونکوں سے سلگ کر دوبارہ پرانے شہر کو آگ اور خون کے دھدکتے ہوئے جہنم میں دھکیل دیتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ تقریباً سات سال سے وہاں چل رہا ہے۔ اور ہماری نظر میں اس غفلت اور لاپروائی کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس سے ایک بڑا اور بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ جو حکومت سات سال کی طویل مدت میں بلیماران دہلی کے پرانے شہر کے چند محلوں کا انتظام نہیں کرسکتی، اس پر ہندوستان جیسے عظیم اور لامحدود وسعتوں کے حامل ملک کے انتظام کے سلسلے میں کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

ہمارے سامنے قومی مسائل کے معاملے میں کوئی فرقہ وارانہ نقطہ نظر بالکل نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم فرقہ وارانہ فسادات کو بھی انتظامی اہلیت کی کمی اور معاملہ فہمی کی صلاحیت میں کمی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کی تصدیق آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں حکمران طبقہ کے وزیروں، وزرائے اعلیٰ اور یہاں تک کہ وزیرِ اعظم کے ان تاثرات کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے جو ہر بڑے اور تباہ کن فساد کے بعد ان کی طرف سے سامنے آتے ہیں اور جن میں اس بات کا اعتراف کھلے الفاظ میں کیا جاتا ہے کہ ضلع افسروں کی نا اہلی اور انتظامیہ کی غفلت سے یہ فسادات بے قابو ہوئے، تاہم اتنی بات ہمارے لئے بھی خلش انگیز رہتی ہے کہ حکومت کی مرضی اور منشا کے بغیر یہ صورت کیسے پیدا ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات کے بعد، حکومت نے نیک نیتی کے ساتھ جب یہ فیصلہ کیا کہ اس نوعیت کے فسادات نہیں ہونے چاہئیں تو کئی بار نازک صورتِ حال پیدا ہو جانے کے باوجود ۱۹۸۴ء سے اب تک راجدھانی دہلی میں کوئی سکھ مخالف فساد نہیں ہو سکا ہے جبکہ ہندو مسلم فسادات بدستور ہوتے رہتے ہیں۔ فسادات کے اس تسلسل سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نئے حالات میں مقامی انتظامیہ اور مرکزی حکومت کے اربابِ اختیار دہلی میں ہندو مسلم فسادات کو زیادہ لائق توجہ اور پریشان کن نہیں سمجھتے، اور ان کے تسلسل میں ان کی مرضی اور منشا کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ یکساں اشتعال انگیزی کے باوجود ہندو سکھ فسادات تو بالکل نہ ہوں اور ہندو مسلم فسادات آئے دن ہوتے رہیں۔

بالکل یہی صورت مہاراشٹر، بڑودہ، اور اترپردیش کی بھی ہے جہاں مسلسل آگاہیوں اور بہت پہلے سے کشیدہ ماحول کی مکمل اطلاعات کے باوجود نہ تو مقامی انتظامیہ فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں احتیاطی اقدامات کرنے کی ضرورت سمجھتا ہے، نہ ہی ریاستی حکومتیں، فسادات کے بعد بھی اس سے باز پرس ضروری سمجھتی ہیں،

اس سلسلے میں کتنی ہی باتیں ایسی ہیں جو ان فسادات میں خود ریاستی حکومتوں کے ملوث ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن ان باتوں کو اس جگہ دہرانے کا موقع نہیں اس لئے اس اظہار خیال کو اگلے شمارے تک کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی کروٹوں کی

تنقیدی اور تنقیحی دستاویز

افکار و عزائم

مصنف: جمیل مہدی

قومی اور بین الاقوامی اور ملی مسائل کا ایک آئینہ

ماضی کے پس منظر میں مستقبل کی جانب پیش رفت

قیمت: ۔۔ روپے

آج ہی اپنا آرڈر اس پتہ پر بھیجیں

مینیجر مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد دہلی نمبر ۶